مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم (لندن)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم...... عالم اسلام کا عظیم محقق

ابتدائی حالات و تعلیم

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو حیدر آباد دکن (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل بھی اسی سرزمین میں طے کیے۔ حیدر آباد اس وقت اہل علم کا مرکز اور علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ سے ایم اے، ایل ایل بی کیا۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی میں بنیادی طور پر بین الاقوامی قانون (International Law) کے طالب علم رہے۔ اسی موضوع پر آپ نے ۱۹۳۲ء میں پیرس کی مشہور زمانہ یونیورسٹی سوربون سے ڈاکٹریٹ کیا۔ اس سے ایک سال پہلے ۱۹۳۱ء میں آپ بون یونیورسٹی (جرمنی) سے اسلام کے بین الاقوامی قانون پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی فل کی ڈگری حاصل کر چکے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کے چند امتیازی اوصاف

ڈاکٹر محمد حمید اللہ عالم اسلام کی منفرد شخصیت اور عظیم سکالر ہیں، جنہوں نے گزشتہ صدی میں اس قدر متنوع اور وسیع علمی خدمات انجام دی ہیں کہ اس میں کوئی دوسرا عالم و محقق آپ کا شریک نظر نہیں آتا۔ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، ادب، تقابل ادیان اور انٹرنیشنل لاء پر گرانقدر کتابیں لکھیں۔ موضوعات کے تنوع کے اس امتیازی شان کے علاوہ موصوف کا دوسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ نے بیک وقت اردو، انگریزی، فرانسیسی جرمنی، فارسی اور ترکی چھے زبانوں میں لکھا۔ آپ کا تیسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ پہلے مسلمان ہیں، جنہوں نے فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ و تفسیر اور سیرت نبوی پر جامع کتاب لکھی۔ آپ کے ہاتھ پر بے شمار لوگ مسلمان ہوئے۔ ان مسلمان ہونے والوں میں فرانس کے بڑے بڑے اسکالر اور دانشور شامل ہیں۔ جیسے فرانس کے نامور محقق و اسکالر مورس بکائی، جنہوں نے ''بائیبل، قرآن اور سائنس'' جیسی شہرہ آفاق کتاب لکھی۔ ایک اندازہ کے مطابق ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر تقریباً ۳۰ ہزار فرانسیسی مسلمان ہوئے۔

تصانیف اور علمی تحقیقات پر ایک نظر

آپ کی زندگی کے ستر سال مطالعہ و تحقیق اور تصنیف و تالیف میں گزرے۔ آپ کے قلم سے ایک سو (۱۰۰) کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں اور ایک ہزار (۱۰۰۰) کے قریب گرانقدر علمی و تحقیقی مقالات نکلے۔ آپ کی تصانیف کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں الفاظ کی بھرمار اور پھیلاؤ کے بجائے ٹھوس علمی تحقیقات ہیں۔ ہم مختصر طور پر آپ کی چند گرانقدر تصانیف کا جائزہ

لیتے ہیں۔''الوثائق السیاسة فی العهد النبوی و الخلافة الراشده'' یعنی عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ کی سیاسی دستاویز۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں سب سے اہم اور علمی تحقیق کا شاہکار اور عالم عرب میں انتہائی مقبول ہے۔ اس کے متعدد ایڈیشن مصر و بیروت سے چھپ چکے ہیں۔ یہ وہی موضوع ہے جس پر آپ نے پیرس کی مشہور زمانہ یونیورسٹی ''سوربون'' سے ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ اس تحقیقی و علمی دستاویز کا نقش اوّل نبوی دستاویز' فرنچ ترجمہ کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں پیرس سے دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۳۹ء میں فرانسیسی زبان میں چھپی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ خود ڈاکٹر صاحب کے قلم سے ۱۹۴۰ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔ خاص طور پر میدانِ جنگ کے نقشے اسی کتاب کے حوالے سے نقل کیے۔ ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ علم حدیث کی نہایت وقیع خدمت انجام پائی۔ مشہور راویٔ حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید اور مشہور تابعی و محدث حضرت ہمام بن منبہ (وفات ۱۳۰ھ) کا مشہور مجموعۂ احادیث' آپ نے برلن (جرمنی) میں دریافت فرما کر ایسے جدید اسلوب تعوین کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا۔ امام بخاری کا مشہور مجموعۂ احادیث ''الجامع الصحیح البخاری'' کا مکمل اشاریہ مرتب فرمایا' جو نہایت پیچیدہ اور دشوار کام ہے۔ یہ طبع ہو جائے تو علم حدیث کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے علمی و تحقیقی ذوق کی بدولت کتنی ہی قدیم کتابیں اور ماخذ آپ کی تحقیق سے زندہ ہو گئے۔ جن میں خاص طور پر تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ البلاذری کی کتاب ''انساب الاشراف'' کی پہلی جلد ہے' جو سیرت نبوی پر نہایت اہم ماخذ ہے۔ اس کتاب کی چوتھی جلد کا کچھ حصہ ایک یہودی مستشرق گوئٹین القدس (یروشلم) سے شائع کر چکا تھا۔ سیرت نبوی کے موضوع پر ایک دوسری نہایت اہم دستاویز اور بنیادی کتاب مشہور مورخ ابن اسحاق کی المبتدا والمبعث والمغازی ہے۔ جسے ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی ذوق نے مراکش کے قدیم شہر فاس کی جامع مسجد قرویین کے کتب خانہ سے تلاش کر کے شائع کیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی سیرت کے موضوع پر نہایت اہم خدمت ہے۔ جسے خاص طور پر عرب علماء نے سراہا۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے فرانسیسی اور انگریزی زبان میں سیرت پر' نہایت جامع اور مستند کتاب' محمد رسول اللہ'' دو جلدوں میں لکھی' جس کے بیسیوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے قدیم مخطوطات سے ایک اہم کتاب یعنی علم نباتات پر تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ، ادیب و محقق ابو حنیفہ الامینوری کی نباتات کی ایک جلد ایڈٹ کی۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کردہ یہ دوسری جلد ۱۹۹۳ء میں کراچی کے مدینۃ الحکمۃ نے شائع کی۔ یہ کتاب نباتات کے علاوہ قدیم عربی ادب کی بھی نہایت اہم کتاب ہے کہ اس میں عربی کے سینکڑوں اشعار پائے جاتے ہیں۔ آپ کا سب سے عظیم کارنامہ فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا نہایت مستند ترجمہ و تفسیر ہے' جو بے حد مقبول ہوا۔ آج سے قریباً بیس سال پہلے ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر صاحب اس کے بیسیوں ایڈیشن کی نظر ثانی کر رہے تھے۔ اس کا ہر ایڈیشن دس سے بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ خدمت قرآن کے سفینے میں آپ نے قریباً پینتیس (۳۵) برس پہلے تراجم قرآن حکیم کی ببلیوگرافی ''القرآن فی کُل لسان'' مرتب کی تھی' جس میں دنیا بھر کی ایک سو بیس زبانوں میں قرآن

حکیم کے تراجم کا تذکرہ اور بطور نمونہ سورۃ فاتحہ کے تراجم درج ہیں۔ دیگر اہم تصانیف میں ''السید الکبیر'' چار جلدوں میں ترکی زبان میں بھی چھپ چکی ہے۔ اسی طرح ''عہدِ نبوی کا نظام حکمرانی، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، اسلامی اصول و قانون اور نظریۂ دستور کا ارتقاء، امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، عہدِ نبوی کا نظام تعلیم، سلطان ٹیپو اور اردو کی ترقی، یورپ میں ادبی نشاۃ ثانیہ، سلطنت سقوطِ عثمان، مشرق میں انقلاب کیلئے روسی تدابیر، سرورِ کائنات ﷺ کی حکومت''۔ غرض یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم گوہر بار سے ایک سو سے زیادہ کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ نیز آپ نے علامہ اقبال کی ''بال جبریل'' اور خطبات کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ اسی طرح دنیا کے مختلف بین الاقوامی جرائد اور مختلف زبانوں میں ۱۹۹۲ء تک آپ کے ۹۲۱ مقالات شائع ہو چکے تھے۔ آپ کی بعض کتابوں اور مضامین کا ترجمہ چینی اور جاپانی زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

فرانس کی ہجرت اور پیرس میں مستقل قیام

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اسلام کے بین الاقوامی قانون پر بون یونیورسٹی (جرمنی) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی اور اس کے اگلے سال سوربون یونیورسٹی پیرس سے ڈپلومیسی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن میں پڑھانے لگے۔ ۱۹۴۸ء میں سقوطِ حیدرآباد کے بعد وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ ہجرت فرما کر پیرس چلے گئے۔ اس وقت ۱۹۴۸ء سے پیرس میں اس کمرے میں رہائش پذیر رہے' جہاں طالب علمی کے زمانہ میں رہے تھے اور یہاں ایک تحقیقاتی ادارے سے وابستہ ہو گئے۔ آپ کے پاس اس ملک کا تاحیات پاسپورٹ نہیں تھا۔ حکومتِ فرانس نے آپ کے مہاجرت کی ایک سند جاری کر دی تھی' وہی ان کا پاسپورٹ تھا۔ اسی پر بیرون ملک سفر کرتے۔ آپ نے پیرس کے محلے ریوتوانوں کے مکان نمبر ۴-۱۰ کی چوتھی منزل پر ٹھکانہ بنالیا تھا' جس میں لفٹ تک نہیں تھی۔ کمرہ تک پہنچنے کے لیے اسی (۸۰) کے قریب سیڑھیاں چڑھنی پڑتی تھیں۔ جب کبھی جانا ہوا' خیال آتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب پیرانہ سالی کے ساتھ بار بار کس طرح اترتے چڑھتے ہوں گے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جانا ہوا' وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ ان کے کمرے میں جا کر محسوس ہوتا۔ گویا کتابوں کے کسی گودام میں آ گئے ہوں۔ ایک بوسیدہ صوفہ، فائلوں اور کتابوں سے لدی ہوئی ایک پرانی میز، سٹیل کی چھوٹی چھوٹی کرسیاں، کتابوں سے بھری ہوئی' ان پر بیٹھنے سے قبل انہیں کتابوں کا ور فائلوں کے بوجھ سے آزاد کرنا ضروری تھا۔

مستقل قیام کے لیے فرانس کو ترجیح دینے کی وجہ

ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں' فرانس میں قیام کو ترجیح دینے کی وجہ بیان فرمائی کہ ایسے علمی اور تحقیقی ادارے اور کہیں نہیں ہیں۔ یہاں ایک کروڑ اسی لاکھ کتابوں پر مشتمل ایسی لائبریریاں موجود ہیں' جن میں موضوع کے متعلق ہر زبان میں کتابیں یکجا مل جاتی ہیں۔ مشہور لائبریری ''السنۃ الشرقیہ'' میں تیس لاکھ کتابیں موجود ہیں اور یہاں کا ماحول نسبتاً زیادہ

پرسکون اور علمی ہے۔ڈاکٹر صاحب کے بقول ''اگرچہ فرانس میں اسلام دشمنی کا جذبہ بہت شدید ہے۔الجزائر میں جو کچھ ہوا (اوراب بھی جو کچھ ہورہا ہے) وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔لیکن اس کے باوجود صرف پیرس میں ایک لاکھ کے قریب فرانسیسی مسلمان ہوچکے ہیں۔اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کا یومیہ اوسط آٹھ سے دس ہے۔اس میں خواتین کی بڑی تعداد شامل ہے۔فرانس کی دوسری بڑی اکثریت مسلمان ہے۔اور یورپ میں جتنے مسلمان مجموعی طور پر بستے ہیں' اتنے صرف فرانس میں ہیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق فرانس میں چالیس لاکھ کے قریب مسلمان ہیں۔جن میں بڑی تعداد الجزائر، تیونس اور مراکش کے عربوں کی ہے۔پیرس اور فرانس کے سکالر خاص طور پر مذہبی رہنماؤں سے ڈاکٹر صاحب کے نہایت خوشگوار تعلقات رہے۔وہاں کے بڑے بڑے مذہبی رہنما ڈاکٹر صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔فرانس کی علمی مجالس ومباحث میں اکثر اسلام کی ترجمانی ڈاکٹر صاحب کے حصے میں آئی۔۱۹۹۲ء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں ،یہودیوں اور مسلمانوں کے حوالے سے' اس وقت بھی اسلام کے نقطۂ نظر کی ترجمانی ڈاکٹر صاحب نے کی ۔یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاقؑ ہیں' جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔اس نسبت سے یہودی اسرائیلی کہلاتے ہیں۔جبکہ قرآن اور اسلام ذبیح حضرت اسماعیلؑ کو قرار دیتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے خود یہودیوں کی کتابوں اور تاریخ سے ثابت کیا کہ قرآن کا بیان ہی صحیح ہے۔یعنی ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔اس پر کئی یہودی علماء نے تنہائی میں مل کر کہا کہ آپ کے دلائل نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں لیکن ہم اگر آپ کی تحقیق کو صحیح مان لیں تو ہمارا سارا مذہب ہی باطل قرار پائے گا۔

فرانس میں ڈاکٹر صاحب کی دینی خدمات

ڈاکٹر صاحب نے فرانس میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی دینی خدمات کے لیے ''جمعیۃ الصداقۃ الاسلامیہ'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ۔اس جمعیۃ کی طرف سے برسہابرس تک فرانسیسی زبان میں ایک ماہنامہ ''فرانس اسلام'' شائع ہوتا رہا۔ڈاکٹر صاحب خود اس کے مدیر اور خازن بھی تھے۔اس جمعیت کے طرف سے بہت سی اسلامی کتابیں بھی شائع ہوئیں اور ہفتہ وار دینی لیکچر کے پروگرام بھی ہوتے رہے۔اس جمعیت نے پیرس کے شوازی لرواکے مقام پر ایک مکان خرید کر اس کو مسجد بنایا' جس میں سابق وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر ۵ لاکھ (فرانک) ایک لاکھ (ڈالر) عطا کئے تھے۔ڈاکٹر صاحب طویل عرصہ تک انقرہ (ترکی) کی ارض روم یونیورسٹی میں ہر ہفتہ لیکچر دینے جاتے رہے۔اس کے لیے ہر ہفتہ پیرس سے انقرہ (ترکی) کا سفر فرماتے ۔اس طرح کوالالپور (ملائیشیاء) قاہرہ، استنبول اور دیگر یورپی ممالک کی یونیورسٹیوں میں بھی ڈاکٹر صاحب نے جاکر لیکچر دیئے۔

پاکستان کے لیے ڈاکٹر صاحب کی خدمات

ڈاکٹر صاحب نے پاکستان میں آئین سازی کے ابتدائی مراحل میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔علامہ سید

سلیمان ندویؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ اور دیگر علماء کے ساتھ مل کر پاکستان کی آئین سازی علماء کے ۲۲ نکات اور نظام تعلیم کے خاکہ کی تیاری میں شریک رہے' مگر بیوروکریٹس نے اس عظیم سکالر کی قدر نہیں کی تو وہ بددل ہو کر پیرس واپس چلے آئے۔

حکمرانوں سے استغناء اور بے نیازی

ڈاکٹر صاحب کے اوصاف حمیدہ میں ایک وصف حکمرانوں سے استغناء بھی ہے۔ڈاکٹر صاحب ان لوگوں میں تھے جو اپنی ذات' خدمات، کام اور حالات کا حتی الامکان اخفا رکھتے ہیں۔ایک بڑے عربی اخبار کا مدیر کئی دنوں تک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہا۔ڈاکٹر صاحب اس کے علمی سوالات کے جواب دیتے رہے۔مگر اپنی ذات کے بارے میں کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔۱۹۹۲ء میں پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف نے بار بار درخواست کی کہ حکومت پاکستان کو خدمت کا موقع دیجیے تو ڈاکٹر صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔نواز شریف نے پاکستان تشریف آوری کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی آمد پاکستان کیلئے بڑی سعادت ہوگی۔تو فرمایا وہاں آ کر میں کیا خدمت کرسکوں گا؟ یہاں ہمہ وقت تحریری کام اور نومسلم فرانسیسیوں کی تعلیم و تربیت میں لگا رہتا ہوں۔میری غیر حاضری سے یہ کام متاثر ہوگا۔اسی طرح جنرل ضیاء الحق مرحوم کی درخواست پر بہاول پور اسلامیہ یونیورسٹی میں جب لیکچر دینے کے لیے تشریف لائے (یہ یادگار لیکچر ''خطبات بہاول پور'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں) اس وقت جنرل صاحب نے پاکستان روکنے کے لیے بہت منت سماجت کی اور کہا کہ آپ کی پسند کا ادارہ بنا دیا جائے گا اور وسائل فراہم کئے جائیں گے مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔اسی طرح غلام اسحاق خان اور فاروق لغاری نے بھی بہت کوشش کی مگر آپ نے کمال عاجزی کے ساتھ معذرت کر لی۔ایک بار جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ آپ پاکستان کے کسی علمی ادارہ کی سرپرستی یا وزارت تعلیم کا منصب سنبھالتے۔تو مسکرا کر فرمایا کہ میں نے جس کام کے لیے خود کو وقف کیا ہے' وہ کسی ملک کے وزیر اعظم کے منصب سے زیادہ ہے۔سعودی حکومت نے ۱۹۹۴ء میں ڈاکٹر صاحب کو ''شاہ فیصل ایوارڈ'' دینا چاہا تھا مگر اس مرد قلندر نے سختی سے انکار کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب کے عادات واخلاق

ڈاکٹر صاحب کی انکساری تواضع اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ان کے پاس جانا ہوا بار بار معذرت فرماتے رہے کہ میں آپ کی خدمت نہیں کر سکا۔آنے والوں کی ہر طرح ضیافت فرماتے۔پیدل چلنے کے عادی تھے۔سفر ہمیشہ انڈر گراؤنڈ ٹرین یا بس کے ذریعہ کرتے۔ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ جب کمرے میں نماز پڑھتے' لائٹ آف کر دیتے کہ کہیں شیشے میں سے اڑوس پڑوس کے لوگ نماز پڑھتے دیکھ لیں تو ریا کاری کا شائبہ نہ ہو۔فارغ اوقات میں تبلیغ کا کام کرتے' شدید علمی مصروفیات کے باوجود کئی گھنٹے انہیں گشت کرواتے' مقامی لوگوں سے ملواتے' تعارف کرواتے۔تبلیغی جماعت کے

لوگوں کے ساتھ تادم واپسیں بڑی محبت، شفقت، ہمت افزائی اور کرم فرمائی کا برتاؤ رہا۔ آپ جب جنرل ضیاء الحق مرحوم کی درخواست پر پاکستان تشریف لائے۔ فوٹوگرافر نمودار ہوا تو کتاب چہرے کے سامنے پھیلا دی۔ جنرل صاحب نے کہا ''کیا آپ تصویر کو جائز نہیں سمجھتے؟'' نہایت انکساری سے فرمایا ''مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ بیس برس پہلے ایک صاحب پاکستان سے ملاقات کے لیے آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا ''پیرس میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی؟'' انہوں نے جواب دیا ''بس ایک ہفتے سے گوشت نہیں کھایا'' فرمایا ''جی ہاں! تیس برس سے میں نے بھی نہیں کھایا۔'' ایک بار دریافت کیا کہ آپ نے نکاح کی سنت پر عمل نہیں کیا تو ایک لمحہ توقف کے بغیر فرمایا میں سخت گنہگار ہوں مجھے اس کا شدید احساس ہے، دعا کریں اللہ مجھے معاف فرمائے۔ مزید فرمایا میں یتیم تھا جب وقت تھا کسی نے توجہ نہ دی، پھر میں نے جب علم کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا تو اس طرف توجہ نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ میری اس کوتاہی کی مغفرت فرمائے میں ترکِ سنت پر سخت نادم ہوں۔

غریب، نادار مسلمانوں کی خدمت

ڈاکٹر صاحب کا زندگی بھر اس مقولہ پر عمل رہا کہ داہنے ہاتھ سے صدقہ کرو تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ مگر مشک کی خوشبو کہیں چھپی رہتی ہے۔ حال ہی میں جنگ کے کالم نگار ہارون الرشید لکھتے ہیں ''ڈاکٹر صاحب ایک بار ۱۹۸۲ء میں لاہور تشریف لائے۔ ایک پبلشر سے رائیلٹی وصول کر چکے تو وہاں سے اٹھ کر سیدھے جنرل پوسٹ آفس تشریف لے گئے منی آرڈر فارم طلب کئے جیب سے ایک طویل فہرست نکالی اور خود اپنے قلم سے سارے فارم فل کر کے تقریباً پوری رقم ڈاک خانہ والوں کے حوالے کر دی۔ یہ دور دراز شہروں میں بسنے والے محتاج و مفلس اور بیوہ عورتیں اور یتیم بچے تھے۔ اس فہرست کے لیے کتنی مشقت اٹھائی ہوگی۔ عربی، اردو، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ترکی، سپین اور اطالوی کتنی زبانوں میں ان کی کتابیں چھپتی تھیں اور کہاں کہاں سے روپیہ چلا آتا تھا لیکن یہ سب کا سب بانٹ دیا جاتا خود اپنی گزر بسر کے لیے سوربون یونیورسٹی کی پنشن کا ایک حصہ بچا رکھتے چند ہفتہ پہلے آخری بیماری سے پنشن کی رقم نکلوانے بینک گئے تو معلوم ہوا کہ گھر سے جو چیک بک چوری ہوئی تھی کسی نوسرباز نے اس کے ذریعے ساری رقم نکلوا لی۔ کچھ کہے بغیر لوٹ آئے کسی کو اطلاع دی نہ شکایت۔ جب تک دم میں دم تھا اپنے معمولات جاری رکھے قرض لینا اور مدد مانگنا ان کے مسلک میں روا ہی نہیں تھا کئی دن اس عالم میں بیت گئے حتیٰ کہ بھوک سے بے دم ہو کر گر پڑے۔ ہسپتال لے جائے گئے معالجوں نے اس نادر روزگار کو پہچانا تو وارثوں کے لیے ڈھنڈیا پڑی۔ ایک بھتیجی امریکہ میں مقیم تھیں طبیعت قدرے سنبھلی تو ان کے پاس پہنچا دیئے گئے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کوئی خاص بیماری نہ تھی بھوک نے نڈھال کر دیا تھا۔ حتیٰ مشرق کا آفتاب ایک دن چپ چاپ مغرب کے ایک دور دراز شہر میں غروب ہو گیا۔ گویا عہدِ اوّل کا کوئی مسلمان تھا جو بھٹک کر اس زمانہ میں آ گیا تھا۔ ان کا نام مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا علی میاںؒ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ لکھا جائے گا۔